al-marifat.org

سیّدالعارفین مُرشدنا

حضرت حافِظ مُحمّد صِدّیق بھرچونڈوی رحمتہ اللہ علیہ

روایت مشہور ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی (صاحب السّیر) رحمتہ اللہ علیہ کا گزر بستی بھرچونڈوی سے ہوا۔ بستی کے باہر ایک شخص کھیت میں ہل چلا رہا تھا، جسے دور سے دیکھتے ہی حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ اپنے گھوڑے سے اُتر پڑے اور جا کر بڑے ادب سے احترام کے ساتھ اس کا مصافحہ و معانقہ فرمایا۔ خیر و عافیت دریافت کی اور پھر اُلٹے قدموں واپس جا کر آگے کو روانہ ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد واپسی کے موقعہ پر پھر حضرت خواجہ رحمتہ اللہ علیہ کا گزر اسی راستہ سے ہوا۔ اتفاق سے وہی شخص اسی طرح اپنے کھیتوں میں ہل چلا رہا تھا اب کی بار حضرتؒ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ وہ ہل روک کر دوڑ کر ملنے آیا۔ معمولی سلام علیک کے بعد حضرت خواجہؒ آگے چل دیئے۔ خدام آپ کے پہلے کے پرتپاک رویے اور اب کے بے توجہی سے حیران و ششدرر رہ گئے۔ آخر ایک خدام نے اس کا سبب پوچھ ہی لیا۔ حضرتؒ نے جواب دیا۔ پہلی بار اس شخص کی پیشانی پر اس کے ہونے والے فرزند ایک مرد کامل کا نورِ ولایت چمک رہا تھا۔ جو ایک عالم کو اپنے نورِ معرفت سے جگمگائے گا۔ مگر اب کے اس کے ماتھے پر وہ نور مجھے نظر نہیں آیا۔ جو غالباً اب بطنِ مادر میں منتقل ہو گیا ہے۔ پچھلی دفعہ سب عزت و تکریم، اور پیشوائی اسی کے لیے تھی۔

کہتے ہیں، قوم سمّہ کا وہ کسان میاں محمد ملوک تھا۔ اس کا خاندان قریش عرب و کیچ مکران کے راستے سندھ میں وارد ہوا تھا اور بھرچونڈی شریف کے شمال میں آباد ہوا۔ قوم سمّہ میں شادی بیاہ اور تعلق کی وجہ سے آگے چل کر یہ اسی قومیت سے معروف ہوا۔ غالباً بارھویں صدی ہجری کے آخری عشرہ میں میاں محمد ملوک کے ہاں بزرگ کی پیش گوئی کے مطابق حضرت سید العارفین حافِظ مُحمّد صِدّیق رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ بیوہ ماں نے اپنی امیدوں کے واحد سہارے کو بڑے ارمانوں اور شفقت و محبت سے پرورش کیا۔ یہ بچہ کچھ بڑا ہوا تو والدہ صاحبہ نے قرآن مجید پڑھنے کے لیے ایک حافظ صاحب کے مکتب میں بھیج دیا۔ کچھ عرصہ بستی جندو ماڑی علاقہ احمد پور لمہّ سابق ریاست بہاولپور کے ایک درس میں بھی پڑھتے رہے۔ یہاں آپ نے حضرت خواجہ محکم الدین سیرانی (صاحب سیر) رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت بھی فرمائی۔ روایت ہے کہ حضرت خواجہؒ اس بستی سے گذر رہے تھے کہ خادم سے فرمایا کہ مجھے اس مکتب میں کسی اللہ والے کی خوشبو آ رہی ہے خادم نے مشورتاً عرض کیا کہ حضور، طلبا میں کپڑے تقسیم فرما دیں۔ وہ گوہر مقصود خود بخود سامنے آ جائے گا۔ چنانچہ ایک کھاری کا تھان لے آ کر طلبا کے درمیان قمیض اور چادر کے ٹکڑوں کی صورت میں تقسیم کیا جانے لگا۔ خادم ایک ایک طالب کو بلاتا رہا اور حضور خواجہؒ اپنے دستِ مبارک سے ان کو دیتے رہے۔ طلبا دھکم پیل کر رہے تھے۔ مگر ایک بچہ ان سب سے

من عرف نفسه فقد عرف ربه (حضرت علیؑ)
He who KNOW himself, he doubtlessly KNOW ALLAH
al-marifat.org

علیحدہ کھڑا حضور خواجہؒ کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ آخر میں آپؒ اسے بلاتے ہیں۔ چادرِ مرحمت فرمانے لگے تو بچے نے عرض کی، حضور! مجھے تو آپ ایسی چادر عنایت فرمادیں جو نہ کہنہ و کوتاہ ہو اور نہ بوسیدہ ہو۔ حضور خواجہؒ نے متبسّم ہو کر فرمایا۔ بیٹا! یہ وہی چادر ہے۔ یہ چادر ابھی تک آستانہ عالیہ بھرچونڈی شریف کے تبرکات میں موجود ہے۔

قرائین سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مضطرب طبعیت کو اس مکتب کی تعلیم بھی راس نہ آئی اور وہ روحانی آبِ حیات یہاں نہ تھا جس کے لئے یہ تشنہ لب، بچپن سے محوِ جستجو تھے۔ یہ پیاس ایسی نہ تھی جو، ان ظاہری مدارس کے چشموں سے بجھ سکتی۔ اس کے لئے تو مکتبِ عشق کی ضرورت تھی۔ جس کی طلب میں بالآخر اس نوجوان کو سوئی شریف حضور حضرت حسن شاہ جیلانیؒ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ کوئی بزرگ حضرت حافظ صاحب (سید العارفین) کو ان کے روحانی مرتبہ کو پیشِ نظر بیعت کرنے کی جسارت نہ کرتا تھا۔ ہر کوئی یہ کہہ کر معذوری کا اظہار کرتا کہ ایسے جلیل القدر شخص کا بیعت کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ ایک مرتبہ کسی بزرگ نے آپ سے یہ فرمایا تجھے وہ بیعت کرے گا جس کے سامنے بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو جائے۔ حضرت حافظ صاحب یہ جواب سن کر مایوس ہو گئے۔ نہ بھنی ہوئی مچھلی زندہ ہو، نہ آپ کسی سے بیعت کریں۔ اتفاق سے کچھ عرصہ بعد شاہ حسن رحمتہ اللہ علیہ کا گزر اس طرف ہوا تو آپ حضرت حافظ رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں مہمان ٹھہرے۔ حافظ صاحب کے ہاں اس دن سوائے مچھلی کے اور کوئی چیز گھر میں مہمان کی مدارات کے لیے موجود نہ تھی۔ آپ مچھلی بھون کر، دسترخوان میں رکھ کر شاہ صاحبؒ کی خدمت میں لائے۔ شاہ صاحبؒ نے مسکرا کر فرمایا کیا زندہ مچھلیاں بھی کبھی کھائی جاتی ہیں ؟ حافظ صاحب نے دسترخوان اٹھایا تو مچھلی واقعی زندہ تھی۔ بس اب یہ کہنا تھا کہ درویش کی کہی ہوئی بات یاد آ گئی اور آپ بیعت کی لئے دوزانو ہو کر شاہ صاحبؒ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ شاہ صاحب نے آپ کو بلا کسی تأمل کے بیعت فرمالیا۔

(مردِ مؤمن ۱۳) مصنفہ عبدالحمید خان

کہا جاتا ہے کہ آپ نے قرآن مجید حضرت جیلانیؒ کے پاس حفظ کیا اور ظاہری دنیوی مروجہ علوم سے صرفِ نظر کرتے ہوئے باطنی علوم کے بحرِ بیکراں کے شناور بن گئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے درسی کتابیں بھی پڑی ہیں۔ بعض کتابوں پر آپ کے دستخط اور مُطالعے کے نشان ملتے ہیں۔ مگر یہ زیادہ صحیح نہیں ہیں۔ مگر آپ کو وہبی طور پر علمِ شرعی کا ایک وافر حصہ قدرت نے ودیعت فرمایا تھا۔ مشہور ہے کہ آپ مخالفین، معترضین کے جوابات کتب احادیث وفقہ کھول کر اور انگلیاں رکھ رکھ کر دکھاتے تھے۔ اور ہر دقیق سے دقیق علمی و شرعی مسئلہ پر پوری شرح و بسط اور تحقیق کے ساتھ گھنٹوں گفتگو فرما سکتے تھے۔

ایں سعادت بہ زورِ بازو نیست　　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۱۲۴۱ھ میں جماعت مجاہدین کی سوئی شریف آمد کے موقع پر آپ حضور مُرشد سید شاہ جیلانیؒ کی خدمت بابرکت میں موجود

من عرف نفسه فقد عرف ربه (حضرت علی)
He who KNEW himself, he doubtless KNEW ALLAH
al-marifat.org

تھے۔ میاں غلام محمد مرحوم باغباں نوابصاحب مرحوم بہاولپور نے جو حضرت سید العارفینؒ کے غلام اور مرد صالح تھے۔ خود حضرت شیخ العصر مولانا عبدالہادی دامت برکاتہم سے روایت بیان کی۔ کہ ایک دفعہ میں اور حضور مرشد سید العارفین کی صحبت پاک میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے پاس حضرت اسماعیل شہید دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' تھی۔ اسی مجلس میں ایک مولوی صاحب نے کتاب دیکھ کر اعتراض کیا کہ یہ تو وہابی مولوی کی کتاب ہے؟ میں نے کتاب کا نام حضرت شہیدؒ کے حوالے سے عرض کیا اس پر حضرت سید العارفینؒ جوش میں آ گئے اور واقعہ نقل فرمایا کہ جس وقت جماعت مجاہدین سوئی شریف حضور مرشدؒ کے ہاں آئی تھی تو بندہ اس وقت حضورؒ کے لنگر میں رہتا تھا۔ حضرت اسماعیل شہیدؒ اس سفر میں مجاہدین اہل قافلہ کے اونٹ چرایا کرتے تھے۔ ایک دن بعد از نماز عصر مسجد شریف میں (جو اس وقت اونچے تھڑے اور باہر سے خاروخس کی باڑھ کی صورت میں تھی) درخت جال کے قریب حضور مرشدؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ کے درمیان فرضیت جہاد کے متعلق مذاکرہ ہو رہا تھا۔ دونوں بزرگ اپنے علم اور کمال کے موتی لٹا رہے تھے۔ اتنے میں حضرت سید احمد شہیدؒ نے کسی کو فرمایا کہ جاؤ، اسماعیل کو بلا لاؤ۔ اس وقت حضرت اسماعیل شہیدؒ سوئی شریف کے باہر اونٹوں کے ساتھ پھر رہے تھے۔ اونچے ٹخنوں پر جامعہ تھا اور کندھے پر اونٹوں کی مہاریں اور روے تھے۔ آپ اسی وقت اسی حالت میں مسجد میں حاضر ہوئے اور دونوں بزرگوں کے سامنے باادب ہو کر کھڑے ہو گئے۔ حضرت سید احمد شہیدؒ نے زیر بحث ''حدیث'' کی تشریح بیان کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا۔ حضرت اسماعیل شہیدؒ نے اسقدر دلپذیر تقریر فرمائی کہ حدیث کے مضامین، ان کے اشکال واعتراضات۔ پھر ان کے جوابات، نیز اسماء الرجال پر بحث ایسے مختصر اور بلیغ انداز میں کی کہ وہ مسئلہ چٹکیوں میں حل کر دیا۔ علم کے اس بحر بے پایاں کی تقریر کے دوران ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس شخص نے زندگی بھر میں صرف یہی حدیث پڑھی اور اس پر تحقیق کی ہے۔ یا پھر یہ لوح محفوظ پر سے مضامین دیکھ دیکھ کر سنا رہا ہے۔ اس واقعہ سے حضرت سید العارفینؒ کا حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء (جماعت مجاہدین) کے متعلق قلبی تعلق کا پتہ چلتا ہے کہ اپنی مجلس میں ان پر غلط الزام برداشت نہ فرما سکے اور بڑے خوبصورت اور مؤثر انداز میں صفائی فرمادی۔ لیکن اس کے باوجود بعض کم نگاہ حضرت سید العارفینؒ کا جماعت مجاہدین سے تعلق تو کجا، ملنے اور دیکھنے تک سے انکاری ہیں اور اس سلسلے میں اپنی بات کا وزن بڑھانے کے لیے حضرت سید العارفینؒ کی عمر اور سن ولادت تک میں غلط اندازوں اور قیاسات سے کام لیا ہے حالانکہ حضرت سید العارفینؒ اور آپ کی جماعت سے وابستہ تمام فقراء جانتے تھے کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے طویل عمر (۱۰۰ سو سال سے بھی اوپر) عطا کی تھی اور بڑی عمر تک صحت و تندرستی کے ساتھ بسر کی۔ جس سے عمر کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا تھا۔ البتہ آخر میں درد گردہ۔ بیماری مسلسل بول اور کچھ تقاضائے سِن کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے۔ معترضین حضرتؒ کے سن ولادت کے متعلق ایک طرف تو ۱۲۳۴ھ کا اندازہ لگاتے ہیں۔ دوسری طرف آپ کے والد سے ایک بزرگ (جو یقیناً حضرت صاحب السیرؒ تھے) کی ملاقات کا ذکر کرتے ہیں۔ جبکہ یہ روایت خاندان میں تواتر کے ساتھ موجود ہے۔ دوسری طرف خود بستی جنڈو ماڑی علاقہ احمد پور لمہؒ کے مکتب میں حضرت صاحب السیرؒ (سیرانی بادشاہؒ) کا آپ کو چادر عنایت فرمانے کا تزکرہ۔ اور پھر درگاہ کے تبرکات میں چادر کی موجودگی بہ روایت صحیح درج کرتے ہیں۔ گویا خود آپ اپنے دعویٰ کی تردید کرتے ہیں۔ جبکہ حضرت سیرانی شاہؒ کا سن وفات ۱۱۹۸ھ ہے۔ حضرت سید العارفینؒ کا حضور مرشدؒ کی خدمت سوئی شریف میں طویل قیام۔ لنگر کی خدمت، نیز جیلانی سائیں کی زیر

al-marifat.org

قیادت جہادوں میں شرکت ایسے حقائق ہیں، جن کا انکار نہیں ہوسکتا۔ مزید برآں حضرت دین پوریؒ نے حضرت سید العارفین کے کم سنی (غالباً تیرہ۱۳ چودہ۱۴ سال کی عمر) میں بیعت فرمائی تھی اور آپ اس سے بہت پہلے اس علاقے میں مشہور و معروف تھے۔ اور مریدین کے ہاں ''دورے'' فرمایا کرتے تھے اور یہ زمانہ حضرت جیلانی سائیں کے وصال (۱۲۵۴ھ) کے قریب کا ہے۔ اگر معترضین کا یہ سن ولادت ۱۲۳۴ھ کرلیا جائے تو یہ عجیب بات ہوگی کہ ایک نو عمر اٹھارہ انیس سالہ صاحب ارشاد کی شہرت سندھ اور بلوچستان سے آگے بہاولپور تک پہنچ گئی ہو اور مسلسل کئی سال سے دورے کررہا ہو، حضرت سید العارفینؒ حضرت جیلانی سائیں اور آپ کے بعد بھورل سائیں (میاں محمد حسن) کے زمانہ تک ''سوئی شریف'' میں آمد و رفت اور صحبت رکھتے تھے۔ حضرت بھورل سائیں کے وصال کے بعد، سوئی شریف کی مسند ارشاد خالی ہوئی تو تمام جماعت کی نگاہیں حضرت سید العارفینؒ کی طرف تھیں کہ انھیں مسند شیخ پر بٹھایا جائے۔ آپ نے مناسب نہ سمجھا اور حضرت سانول سائیں (میاں ابوبکرؒ) کی جوتیاں سیدھی کرکے رکھ دیں۔ جس سے تمام جماعت کا رخ ان کی طرف ہوگیا۔ اور وہی سوئی شریف کے تیسرے مسند نشین ہوئے۔ حضرت سید العارفینؒ کا جیلانی سائیںؒ کی حیات طیبہ سے دستور تھا کہ وہ رمضان المبارک میں کلام پاک سوئی شریف میں جا کر سناتے۔ اس سلسلے میں آپ کا یہ بھی معمول تھا کہ روزہ بھر چونڈی شریف میں افطار کرتے اور پیدل پانچ میل چل کر کلام مجید سنانے جاتے اور پھر نماز تراویح کے بعد فوراً واپس گھر آجاتے۔ اس طرح روزانہ دس میل پیدل چل کر آتے جاتے۔ جیلانی سائیںؒ کے بعد، بھورل سائیں کے زمانہ تک یہ معمول برابر جاری رہا۔ اور اس میں کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ سوئی شریف کی پختہ مسجد، سانول سائیںؒ کے زمانہ میں تعمیر ہوئی تو حضرت سید العارفینؒ ہر شب پیدل خفیہ جا کر چپکے سے گارہ تیار کرتے اینٹیں ڈھو کر بنیادوں کے قریب ڈھیر لگا دیتے اور پھر فقراء کے لئے وضو کرنے کے کوزے بھر کر واپس بھر چونڈی چلے جاتے۔

سویرے جب فقراء اٹھ کر دیکھتے تو تعمیر کا تمام سامان تیار حالت میں ان کو ملتا۔ وہ حیران رہ جاتے۔ ایک دن جیلانی سائیںؒ کے زمانہ پاک کی ایک پرانی باخدا فقیرنی مائی بوڑی نے حضرت سانول سائیںؒ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا۔ اماں (امڑ) اس چور کو پکڑو تو دیکھیں کون ہے؟ چنانچہ دوسری رات مائی بوڑی جاگتی رہی اور چھپ کر اس مرد باخدا کا انتظار کرتی رہی۔ حسب معمول حضرت سید العارفینؒ چپکے چپکے آئے۔ پہلے وضو فرمایا اور پھر اپنے کام میں جت گئے۔ تمام کام کرکے فارغ ہوئے تو مائی بوڑی اچانک قریب جا کھڑی ہوئی اور پوچھا، بیٹھا! حافظ ہو؟ آپ خاموش رہے تو مائی بوڑی نے کہا حافظ! سوئی شریف کی تمام آگ اور انگار تو پہلے سمیٹ کر لے گیا ہے۔ اب راکھ میں کچھ چنگاریاں رہ گئی تھیں وہ بھی لیے جا رہا ہے۔

ایک دفعہ اسی مائی بوڑی نے حضرت سید العارفینؒ سے کہا، حافظ! تجھے تو لوگ وہابی کہتے ہیں۔ حضرتؒ نے جواب دیا۔ ہاں (امڑ) مائی تیرے مرشد کو بھی لوگ وہابی کہتے تھے اور یہ سب کچھ اسی وجہ سے مشہور تھا کہ حضرت سید العارفینؒ اپنے مرشد جیلانی سائیںؒ اور حضرت دادا پیر سید محمد راشد رحمتہ اللہ علیہ کی طرح شرک و بدعت، رسم و رواج اور خلاف شرع باتوں سے سخت متنفر اور مخالف تھے۔ جماعت متعلقین میں کوئی خلاف شرع امر برداشت نہیں کرتے تھے۔ اس امر میں اس قدر متشدد تھے کہ اپنے مرشد کے مسند نشین حضرت سانول سائیںؒ (جن

من عرف نفسه فقد عرف ربه (حضرت علیؓ)
He who KNEW himself, he doubtlessly KNEW ALLAH
al-marifat.org

کی ہمیشہ آپ جوتیاں سیدھی کرتے اور پنکھا جھلتے تھے) کے صاحبزادے میاں عبدالمجیدؒ کی شادی پر سے اس لیے ناراض ہو کر چلے آئے کہ اندرون حویلی میں سے آپ کے کانوں تک عورتوں کے سہرے گانے کی آواز پڑ گئی تھی۔ سانول سائیںؒ اور قدیم فقراء کی منت وسماجت پر راستے میں سے واپس گئے۔ سہرے گانے بند کروا دیئے گئے۔ میاں عبدالمجید کا زرّی سے کڑھا ہوا کرتہ پھاڑ کر اپنا درویشانہ جبہ پہنایا۔ شادی کے اونٹ کو چھیروں اور گھنگروؤں سے سنوارا گیا تھا۔ اس کے گھنگرو اتار کر توڑ دیئے۔ راشدی بزرگان کی جماعت خاص طور پر حضرت کے متعلقین کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ جس کنویں پر تمبا کو کاشت کیا ہوا ہوتا تھا، اس پر وضو نہیں کرتے تھے اور جس شادی بیاہ پر ڈھول تماشے ہوتے تھے اس میں شرکت تو کجا کھانا بھی نہیں کھاتے تھے۔

ایک دفعہ سندھی اور سرائیکی کا مشہور مجذوب شاعر دریا خان حضرتؒ کی دعوت پر بھر چونڈی شریف آیا۔ ہندو چیلوں کی صحبت کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا تھا۔ لیکن حضرتؒ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوا تو عرض کی کہ حضرت! اجازت ہو تو فقیر گھنگرو باندھ کر اور ناچ کر اپنی کافیاں سنائے۔ حضور نے فرمایا! فقیر سائیں! آپ کی کافیاں تو خود ناچتی ہیں۔ ان گھنگروؤں اور رقص کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ دریا خاں سے بغیر مزامیر و رقص کے کافیاں سماعت فرمائیں اور خوش ہوئے۔ آپ پیرانہ طریق و معمول کے مطابق بغیر مزامیر کے خوش الحانی سے کافیاں، ابیات یا فارسی غزلیں بھی اکثر سنتے تھے۔

حضرت سید العارفینؒ کو اپنے مرشدوں اور مشائخ سلسلہ سے جو جذب وسلوک ورثہ میں ملا تھا۔ اس میں بھی توحیدی رنگ غالب تھا۔ درگاہ میں ذکر جہر اور ''لا الٰہ الا اللہ'' کے مستانہ نعرے ہر وقت گونجتے رہتے۔ قدم قدم پر اِلا اور اللہ ھوُ۔ کی پکار ہوتی۔ کسی کو بلانے اور ٹھہرانے پر بھی اللہ ھوُ، اور ھُو کی تسبیح کا ورد ہوتا۔ ہر کام اور ہر کاروبار میں کلمۂ توحید زبان پر جاری رہتا۔ لنگر کا کوئی کاروبار (چکی پیسنے، آٹا گوندھنے تک) ایسا نہ تھا۔ جس میں اللہ کے نام کی حلاوت نہ ہو۔ یا بغیر وضو کے کیا گیا ہو۔ چنانچہ آگے چل کر یہی رنگ آپ کے مسترشدین کی جماعتوں میں بھی پوری طرح چڑھا ہوا تھا۔

حضرت سید العارفینؒ نے حضرت جیلانی سائیںؒ کے ہاتھ پر جو بیعت جہاد فرمائی تھی اس میں شرع محمدیؐ کے نفاذ اور تبلیغ توحید کے مقاصد کار فرما تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے آپ نے شرک و بدعات کے خلاف جہاد فرمایا۔ پٹن منارہ کا جہاد، اس کفر و شرک کے خلاف تھا جو مکار بدھ راہب نے ایک ننگے بت کے ذریعے جاہل عوام میں پھیلا دیا تھا۔ جس کا استیصال ضروری تھا۔ نواب بہاول خاں کا سفارتی وفد حضرت جیلانی سائیںؒ کے پاس شکایتاً صرف ایک سوال کا جواب لینے کیلئے گیا تھا۔ نواب صاحب مرحوم نے دریافت کیا تھا کہ سید صاحب ، جواب دیں، کہ ربّ، رب العالمین ہے یا رب المسلمین ہے۔ جیلانی سائیںؒ نے طیش میں آکر جواباً فرمایا کہ نواب صاحب سے جا کر کہو

al-marifat.org

آپ کی صاحبزادی جوان بیٹھی ہے۔ آپ اسے کسی گھسائیں ہندو کو دیدیں، جواب مل جائے گا۔ (یاد رہے کہ وفد میں ایک گھسائیں ہندو وزیر بھی تھا) وفد ناراض ہوکر واپس چلا گیا اور ادھر نواب صاحب نے توہین کا بدلہ لینے کے لیے فقراء سے جنگ لڑنے کا عزم کر لیا۔ فقراء نے بھی سر پر کفن باندھ لیے۔ جیلانی سائیںؒ نے تمام جماعتوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے ہتھیار اور کفن تیار رکھیں۔ جس کے پاس تلوار ہے تلوار لے آئے۔ فقیروں کی توپ والوں سے جنگ ہے۔ فقراء کے جوش وخروش اور حضرت جیلانی سائیںؒ اور سید العرفینؒ (سپہ سالار جیش) کے فقیرانہ جاہ وجلال کی تاب نہ لاتے ہوئے بالآخر نواب صاحب صلح پر آمادہ ہوگئے اور پیغام بھیجا کہ پٹن منارہ کا علاقہ ہم آپ کو بطور جاگیر دیتے ہیں۔ لیکن حضرت جیلانیؒ نے انکار فرما دیا۔ کیونکہ جہاد کے بعد وہ علاقہ خود بہ خود جماعت کا ملکیت ومقبوضہ تھا۔ جیلانی سائیںؒ نے وہ اراضی آباد کرائی۔ مندر کو مسجد میں تبدیل کیا، بت کو توڑ دیا اور وہاں ایک عظیم الشان مدرسہ اور لنگر کا اہتمام فرمایا۔

یہ جنگ تو وہ تھی، جو حضرت جیلانی سائیںؒ کی قیادت میں لڑی گئی اور حضرت سید العارفینؒ اس میں سپہ سالار تھے لیکن بعد میں حضرت سید العارفینؒ ایک اور جہاد پر بھی تشریف لے گئے وہ جہاد ''لوڑی کنڈہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ جس میں بغیر کسی خون خرابہ کے فقراء کو فتح ونصرت حاصل ہوئی۔ اور حضرت سید العارفینؒ نے اس علاقے کو شرک وبدعت کے ظلمت کدے سے نکال کر توحید وسنت سے آباد فرمایا۔

واقعہ یوں ہے کہ علاقہ جیکب آباد میں ''لوڑی کنڈہ'' کے نام سے ایک درخت تھا۔ جہاں جاہل بلوچ عوام منتیں مرادیں مانگتے اور بہت سی بری رسمیں ہوتیں۔ اس کے متعلق بہت روایات مشہور تھیں۔ جن کی وجہ سے علاقے میں بداعتقادی اور شرک کا عظیم مرکز بنا ہوا تھا۔ حضرت سید العارفینؒ کو ہوا تو آپ اس بداعتقادی کے گڑھ کو مٹانے کے لیے کمر بستہ ہوگئے۔ جماعت فقراء کو لے کر اس علاقے کا سفر اختیار کیا۔ وہاں آپ کے کوئی خاص مرید نہ تھے۔ چند جکھیانی بلوچوں کے گھرانے تعلق رکھتے تھے جو بہت غریب اور خستہ حال تھے۔ حضرتؒ نے اس علاقے میں جاکر بلوچوں کو اپنے عزائم (درخت کاٹنے) کے متعلق کہلا بھیجا۔ اور ضروری تبلیغ کے لیے ان کے سرداروں سے ملنے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔ بلوچوں کو معلوم ہوا تو وہ مرنے مارنے پر اتر آئے اور مسلح ہوکر جنگ پر آمادہ ہوگئے۔ جنگ سے قبل بلوچوں نے اپنے چند سرداروں کا وفد حضرتؒ کے پاس بھیجا۔ حضرتؒ نے خیروعافیت دریافت کی۔ بلوچوں نے بلوچی رواج کے مطابق آپ کی آمد کا حال پوچھا۔ آپ نے حال احوال کے ضمن میں دیر تک ان کے سامنے توحید بیان فرمائی۔ اور پھر آنے کا مقصد بیان فرمایا۔ وفد کے سردار آپ کی تقریر سے متاثر ضرور ہوئے، لیکن درخت کاٹنے کو بھی وہ اپنی قومی شعار اور آباؤاجداد کے عقیدے کی توہین خیال کرتے تھے۔ انہوں نے حضرتؒ کو اپنے عزائم سے بعض رہنے کے لیے دھمکیاں دیں اور جنگ لڑنے کا اعلان کیا۔ مگر حضرتؒ اپنی بات پر قائم رہے۔ بلوچ سرداروں نے بالآخر تجویز پیش کی، کہ جنگ سے پہلے قرعہ اندازی کی جائے۔ اگر ہمارا قرعہ غالب رہا تو ہم جنگ کریں

al-marifat.org

گے۔ ورنہ اطاعت قبول کریں گے۔ حضرتؒ نے یہ تجویز قبول فرمائی۔ بلوچوں کے مشورے سے تین "قرعے" بنائے گئے۔ ایک اللہ تعالیٰ کا (جو بلوچوں کا حلیف ہوگا)، دوسرا بلوچوں کا تیسرا حضرتؒ کا۔ تین بار قرعہ اندازی ہوئی اور ہر بار حضرتؒ کا قرعہ غالب رہا۔ چنانچہ تمام بلوچوں میں افواہ پھیل گئی کہ فقیر صاحب (نا نعوذ باللہ) خدا سے بھی جیت گیا ہے۔ اس لیے بلوچوں کی تمام سرکش جمعیت آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور شرک و بدعت سے تائب ہو کر درخت کاٹ ڈالا۔

حضرت سید العارفینؒ نے پیرانہ سنت کو قائم رکھتے ہوئے شادی نہیں کی تھی، زندگی بھر جتی ستی رہے۔ یاد رہے کہ آپ کو مرشد جیلانی سائیںؒ اور صحبت کے پیر بھورل سائیںؒ نے بھی شادی نہیں کی تھی۔ کسی خادم نے آپ سے شادی نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا، بھائی! میرے پاس تو بس ایک دل تھا جو میں نے اپنے مالک کو دے دیا۔ اب بیوی بچوں کے لیے دوسرا دل کہاں سے لاؤں؟

حضرت سید العارفینؒ اپنے وقت کے بہت برگزیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ لاریب اپنے دور کے جنیدؒ و بایزیدؒ تھے۔ آپ کی صحبت کے پیر بھورل سائیںؒ فرمایا کرتے تھے کہ حضور مرشد (جیلانی سائیںؒ) نے حافظ کو اس مقام تک پہنچا دیا ہے جہاں ہمارے فکر و ادراک کی پرواز بھی نہیں پہنچتی۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ زندگی کے آخری ایام میں فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنی طویل پچیس سالہ جلاوطنی میں ایک دینا کی خاک چھان ڈالی تھی۔ مگر مجھے اپنے مرشد (سید العارفینؒ) سا کوئی مرشد اور اپنے استاد (شیخ الہندؒ) سا کوئی استاد نہیں ملا۔

ایک عرب با خدا مرشد کی تلاش میں تمام بلاد اسلامیہ پھرتے پھرتے غیر منقسم ہندوستان تشریف لائے۔ مگر انہیں گوہر مقصود نہیں ملا۔ اور مایوس واپس جا رہے تھے کہ ان کا سندھ سے گزر ہوا۔ بھرچونڈی شریف کا شہرہ سنا تو اپنے ہمسفر کو پیچھے چھوڑ کر آپ سید العارفینؒ کی خدمت میں پہنچ گئے دیکھا تو منزل مراد سامنے تھی۔ دوسرے روز ہمسفر بھی آ گیا تو عرب جوش و مسرت سے اپنے ساتھی کی پیشانی کے بوسے لیتے تھے اور کہتے تھے مجھے مبارک باد دو کہ میرے نصیب نے یاوری کی ہے۔

جستجو جس گل کی تڑپاتی تھی اے گل مجھے
خوبی قسمت سے آخر مل گیا وہ گل مجھے

سید العارفینؒ یوں تو جماعت کے ہر فقیر سے محبت فرماتے تھے۔ مگر نو مسلموں اور یتیم بچوں سے خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ مسلمان ہوئے تو آپ نے اس ہونہار کم سن نو مسلم سے جس طرح کی محبت و شفقت کا اظہار فرمایا اور سرپرستی فرمائی۔ یہ غریب الدیار بچہ ہمیشہ کے لیے اس نسبت پر فخر کرتا رہا۔ اس کہانی کے کچھ ٹکڑے خود مولانا سندھی مرحوم کی زبانی سنیئے۔ لکھتے ہیں۔

من عرف نفسه فقد عرف ربه (حضرت علیؓ)
He who KNEW himself, he KNEW ALLAH
al-marifat.org

’’اللہ کی خاص رحمت سے جس طرح ابتدائی عمر میں اسلام کی سمجھ آسان ہوگئی تھی۔اس طرح کی خاص رحمت کا اثر یہ بھی ہے کہ سندھی میں حضرت حافظ محمد صدیق صاحب (بھرچونڈی والے) کی خدمت میں پہنچ گیا جو اپنے وقت کے جنیدؒ وسید العارفینؒ تھے۔ چند ماہ ان کی صحبت میں رہا۔اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اسلامی معاشرت میرے لیے اس طرح طبیعت ثانیہ بن گئی جس طرح ایک پیدائشی مسلمان کی ہوتی ہے۔حضرتؒ نے ایک روز میرے سامنے لوگوں کو مخاطب فرمایا (غالباً مولانا ابوالحسن تاج محمود امروٹیؒ بھی موجود تھے) کہ عبیداللہ نے ہم کو اپنا ماں باپ بنایا ہے‘‘۔

اس کلمہ پاک کی تاثیر خاص طور پر میرے دل میں محفوظ ہے۔میں انہیں اپنا دینی باپ سمجھتا ہوں محض اس لیے سندھ کو اپنا مستقل وطن بنایا، یا بن گیا۔میں نے قادری راشدی طریقہ میں حضرتؒ سے بیعت کر لی تھی اس کا نتیجہ یہ محسوس ہوا کہ بڑے سے بڑے انسان سے بہت کم مرعوب ہوتا ہوں۔تین چار ماہ بعد میں طالب علمی کے لیے رخصت ہوا۔مجھے بتایا گیا ہے کہ حضرتؒ نے میرے لیے خاص دعا فرمائی’’خدا کرے کہ عبیداللہ کا کسی راسخ عالم سے پالا پڑے۔میرے خیال میں خدا نے وہ دعا قبول فرمائی اور اللہ رب العزت نے محض اپنے فضل سے مجھے حضرت مولانا شیخ الہندؒ کی خدمت میں پہنچا دیا‘‘۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اکثر یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ’’ربّ العزت کی ایک خاص مہربانی یہ بھی تھی کہ میرے مرشدؒ کا سیاسی مسلک بھی وہی تھا جو میرے استاد حضرت مولانا شیخ الہندؒ کا تھا ورنہ میرے لیے سیاسی کام کرنا سخت مشکل تھا‘‘۔حضرت سید العارفینؒ ایک قوی الحبثہ۔طویل قامت۔صحت مند و تندرست جسم کے مالک اور طاقت و شجاعت کا پیکر تھے۔جماعت فقراء کے ساتھ ہمیشہ سادہ غذاء کھاتے تھے اور جھوٹا موٹا پہنتے تھے۔کبھی امتیازی شان سے نہ رہتے تھے۔بلکہ لنگر کے اکثر کام فقراء کے ساتھ مل کر کرتے تھے۔مشقت و محنت کے بہت عادی تھے۔تمام عمر صحت قابل رشک رہی۔کبھی کبھی درد گردہ کی شکایت ہوتی تھی۔خدام آپ کے کمرے میں ٹھنڈی ریت بچھا دیتے تھے۔جس پر شدت درد کی وجہ سے لوٹتے رہتے اور اکثر زبان فیض ترجمان پر یہ شعر جاری ہوتا۔

لطف سجن، دم بدم۔ قہر سجن گاہ گاہ
اوں بھی سجن، واہ واہ، ایں بھی سجن واہ واہ

آخر عمر میں کچھ تقاضائے سن کے باعث اور کچھ مسلسل عوارضات کے باعث آپ کمزور ہو گئے تھے۔سلس البول کی شکایت بھی ہو گئی تھی۔جس کی وجہ سے کئی بار آپ کو نماز کے لیے نیا وضو بنانا پڑتا۔اس لیے انہی ایام میں اکثر آخر وقت میں نماز ادا کرتے اور مختصر قرأت پڑھتے۔لیکن ان تمام بدنی وجسمانی تکالیف کے باوجود تا وصال بحق آپ برابر با جماعت نماز ادا فرماتے رہے اور نوافل و معمولات تک قضا نہیں کیے۔آپ کی مرض الموت میں آپ کے تمام خلفاء حضور میں موجود تھے۔ثقہ روایت ہے کہ آپ نے اپنے کئی طالبین کو وصیت

al-marifat.org

فرمائی کہ میرے بعد تم یہاں کے درودیوار کو نہ دیکھتے رہنا۔ بلکہ خلیفہ صاحب خان پوری کے پاس چلے جانا۔ نیز اپنے جانشین برادرزادے حضرت میاں عبداللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو بھی فرمایا کہ میری قبر پر پختہ گنبد یا خس وخاشاک کی جھونپڑی نہ بنانا اور قبر کا تعویذ ایک بالشت سے کم رکھنا (اور خود اپنے ہاتھ سے بالشت کا اشارہ فرمایا کہ اتنا ہو) پھر فرمایا کہ اگر تم نے اس کے خلاف کیا اور رحمت ایزدی میں ذرہ برابر بھی رکاوٹ ہوئی تو قیامت کے دن میں تیرا دامن گیر ہوں گا۔

وفات سے ایک دن پہلے اپنے خاص خدام کو اپنے سبز کھدر کے چولے اور لباس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فقیر قیامت کے روز اسی لباس میں اٹھایا جائے گا۔ غرض خدا کا یہ برگزیدہ محبوب انسان، مردحق آگاہ شان صدیقی کا پیکر۔ ایک تھوڑی مدت بخار کی تکلیف میں مبتلا رہ کر اس دنیا فانی سے رخصت ہو گیا۔

معرفت وطریقت کا یہ آفتاب ۸ جمادی ثانی ۱۳۰۸ھ کو غروب ہوا۔ انّا لِلّٰہِ وَ انّا اِلَیہِ رَاجِعُونْ حضرت مولانا سندھی مرحوم مرشد کی وفات سے دس دن بعد دیوبند سے بھرچونڈی شریف پہنچے تھے۔

جیسا کہ گذر چکا ہے سید العارفینؒ نے عمر بھر شادی نہیں فرمائی تھی۔ اس لیے اولاد نسبی نہیں تھی۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے برادرزادے حضرت میاں محمد عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ مسند نشین ہوئے۔ یوں تو آپ کے فیض روحانی سے ایک عالم فیض یاب ہوا تھا۔ مگر آپ کے جید وعظیم خلفاء میں سے حضرت مولانا غلام محمد دین پوریؒ۔ حضرت سید تاج محمود امروٹیؒ۔ حضرت مولانا عبدالغفارؒ صاحب خان گڑھ۔ حضرت خلیفہ دل مراد صاحبؒ۔ مولانا ابوالخیرؒ کوئٹہ والے۔ مولانا عمر جانؒ نقشبندی چشمے والے۔ خلیفہ عبدالعزیزؒ کالاباغ۔ خلیفہ محمد عمر شاہؒ (عراق)۔ خلیفہ عبدالرحمٰن (کابل) اور حضرت مولانا شمس الدین احمد پوریؒ بہت مشہور ہوئے تھے۔